# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہم انصاری نے یہ ناول( اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) صرف اور صرف نیوایرا میگزین( New Era Magazine)کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (اگر اور جیتے رہتے از ماہم انصاری) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیوایرا میگزین(New Era Magazine)کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے،ڈائجسٹ،سوشل میڈیا،ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیوایرا میگزین

"تمہیں میری فیس بک آئی ڈی کا کیسے پتا چلا؟" ربیعہ نے چیئر گھسیٹتے ہوئے سوال کیا۔

"تم نے ہی میسج کیے تھے مجھے ایف بی پر" اس نے باہر نظر آتے بھاگتے دوڑتے ٹریفک پر نظریں جمائے جواب دیا۔

"اوہ! ہاں پر اس بات کو کافی عرصہ ہو گیا۔ اب تو سب ٹھیک ہو چکا ہے"

"کیا مطلب؟" اس نے ناسمجھی سے ربیعہ کے چہرے کو دیکھا جہاں کسی قسم کا اضطراب نظر نہیں آ رہا تھا۔

"مطلب یہ کہ میں نے تمہیں حقیقت بتانے کے لیے میسج کیے تھے مگر اس وقت تم نہیں دیکھ سکے۔ اب اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بغیر سچ جانے بھی سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ تم دونوں خوش ہو اور اب تم حقیقت بھی جان ہی گئے ہو گے۔ بائی داوے کیسی ہے وہ؟ لندن جا کر تو مجھے بھول ہی گئی ہے۔ اس کی شادی سے ہی ہمارا کوئی کنٹیکٹ نہیں ہے۔ میں اس کی شادی میں آ نہیں سکی جس پر اتنی ناراض ہو گئی۔ تم سے بھی ناراض ہے کیا؟ ساتھ کیوں نہیں آئی؟" وہ عادتاً بغیر رکے بولے جا رہی تھی جبکہ وہ اس کی بات پر حیران ہی رہ گیا تھا۔ تو کیا اسے کچھ بھی معلوم نہیں تھا؟ فائز نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ وہاں طنز کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔

"اگر وہ واقعی بے خبر ہے تو اسے بتانا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر بتا دیا.........؟؟"

"کیا ہوا؟ کہاں کھو گئے؟ واقعی ناراض ہے کیا؟" ربیعہ نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ لہرایا۔ اس نے چونک کر خیالوں کی دنیا سے واپس حال میں قدم رکھا۔

"نہیں.....کچھ نہیں! ناراض نہیں ہے۔اصل میں مجھے بزنس کے کام سے آنا تھا تو میں نے اسے منع کر دیا۔میں کام میں بزی رہتا اور وہ اکیلی بور ہی ہوتی۔ویسے تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ اگر معلوم ہوتا کہ تم بھی پاکستان آئی ہو تو اسے ضرور لے آتا۔اسے معلوم چلے گا تو دیکھنا بہت خفا ہو گی"اس نے زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر ربیعہ کو مطمئین کیا۔

"ہاں خفا تو وہ واقعی بہت ہو گی۔اور میں بھی بہت خفا ہوں اس سے۔بتا دینا اسے"اس نے چہرے پر مصنوعی خفگی سجالی۔وہ بمشکل مسکرایا۔

"ٹھیک ہے ویسے..کیا لو گی تم؟"اس نے نا محسوس انداز میں بات بدلی۔

"کافی"اس نے بے تکلفانہ انداز میں بتایا۔

"ٹھیک ہے۔مجھے بھی طلب ہو رہی تھی"وہ آرڈر کر کے دوبارہ اس کی سمت مڑا۔

"ربیعہ......تم عائزہ کے کسی رشتہ دار کو جانتی ہو؟جس سے ان کا رابطہ رہا ہو؟"اس کے سوال پر وہ کچھ حیران ہوئی۔

"نہیں میں تو نہیں جانتی پر.....تمہیں عائزہ نے نہیں بتایا؟"اس کی آنکھوں میں موجود الجھن کو ملاحضہ کر کے اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے پھوٹ پڑے تھے۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے مگر کچھ تو کہنا ہی تھا۔

"نہیں..وہ.....میں......اصل میں عائزہ سے رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے میرا۔اس کے فون میں کچھ پرابلم ہو گئی ہے شاید"اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اپنی صفائی پیش کرے۔اس نے تو سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ اس طرح کا کوئی سوال بھی پوچھ سکتی ہے۔

New Era Magazine

"اوہ! سمجھ گئی" اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"کیا سمجھ گئی؟" وہ بری طرح پریشان ہوا تھا مگر خود کو سنبھالے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"یہی کہ عائزہ نے تمہیں اپنے رشتے کے بارے میں بتایا ہوگا جو اس کے ابا کے دوست کے بیٹے سے بچپن میں طے کر دیا گیا تھا اور جس کے بارے میں اسے بالکل علم نہیں تھا۔ آپ دل و جان سے جیلس ہوئے ہوں گے۔ اس سے مزید پوچھ نہیں سکے ہوں گے تو مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو بات یہ ہے فائز کہ وہ رشتہ صرف اس کے ابا کی چاہت تھی۔ عائزہ کو تو کچھ خبر ہی نہ تھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہوئی۔ تب ہی اسے پتا چلا تھا اس بارے میں۔ اس دن جب تم لندن سے واپس آئے اور یونی۔ میں تم نے جو کچھ سنا وہ عائزہ نے درحقیقت تم سے ہی کہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ تم باہر موجود ہو۔ وہ اپنی ماں کی محبت کے آگے بے بس ہوگئی تھی۔ اسے لگا تم بدگمان ہو کر اسے بھول جاؤ گے۔ مگر وہ خود تمہاری محبت میں لمحہ لمحہ جلی ہے فائز! وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے" وہ شرارت سے کہتے کہتے سنجیدہ ہوگئی تھی۔ فائز اس کے نئے انکشافات پر ساکت بیٹھا رہ گیا۔ کتنی ہی دیر بعد وہ سنبھل پایا تھا۔ آج اس نے پورا سچ جان لیا تھا اور پورا سچ جان لینے والوں کے دکھ بھی پورے ہوتے ہیں۔

"تو اس کی وہاں شادی کیوں نہیں ہوئی؟" اس نے سامنے رکھے کافی کے مگ پر نظریں جمائے سوال کیا۔

"اظفر کسی اور سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اس نے کسی کو بھی بتائے بغیر اس لڑکی سے شادی کر لی۔ عائزہ بہت خوش تھی جب اسے پتا چلا تھا۔ میں نے کئی دنوں بعد اس کے چہرے پر

مسکراہٹ دیکھی تھی۔یہ اس کے صبر کا انعام ہی ہے کہ اس نے اماں کا مان اور اپنی محبت دونوں ہی جیت لیں"ربیعہ کے چہرے سے خوشی جھلک رہی تھی۔اسے لگا جیسے زمین و آسمان حرکت میں آکر دائرے کی شکل میں گھومنے لگے ہوں۔وہ چاہ کر بھی خود کو سنبھال نہیں پا رہا تھا۔اس کی سزا تو بڑھتی ہی جا رہی تھی۔اس کے کھاتے میں موجود گناہوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہی ہو رہا تھا۔اس کے ظلم کی داستان ختم ہو کر ہی نہیں دے رہی تھی۔وہ کیا کہتا ربیعہ سے کہ عائزہ جیت کر بھی ہار گئی تھی۔اس نے سب کچھ پا کر کھو دیا تھا۔اس کی جیت ادھوری رہ گئی تھی۔اس کی جیت تکلیف دہ تھی۔وہ ان لوگوں کی صف میں شامل تھا جنہوں نے اپنے پیاروں کا سب کچھ چھین لیا تھا۔اس نے نظر اٹھا کر ربیعہ کو دیکھا اور بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔وہ ربیعہ نہیں تھی۔وہ تو عائزہ تھی۔ہاں وہ عائزہ ہی تھی۔اس کے کھڑے ہوتے ہی وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ اس کے قریب آتی وہ کیفے سے باہر نکل جانا چاہتا تھا۔فائز تیزی سے انٹرنس ڈور کی سمت بڑھا۔

"فائز"ربیعہ نے اسے پکارا مگر وہ نظر انداز کر کے باہر نکلتا چلا گیا۔وہ اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی مگر بل پے کرنے کے لیے اسے رکنا پڑا۔وہ اس کی حرکت پر بے حد حیران تھی۔بل پے کر کے باہر آئی تو پارکنگ میں اسے فائز کی گاڑی نظر آ گئی۔ربیعہ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر اس نے تیزی سے گاڑی ریورس کر کے فل اسپیڈ میں دوڑا دی اور پھر اپنے بنگلے کے وسیع و عریض پورچ میں پہنچ کر ہی روکی۔

"وہ عائزہ تھی؟"فائز کار ہی میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔

"نہیں! وہ تو ربیعہ تھی۔ میں ربیعہ سے بات کر رہا تھا پھر وہاں عائزہ کیسے آگئی؟ اور وہ کیسے آسکتی ہے بھلا؟" اس نے گاڑی کا انجن بند کرتے ہوئے یاد کیا۔ اس نے آج خود ربیعہ کی آئی ڈی پر میسج کر کے اسے کیفے بلایا تھا پھر وہاں عائزہ کیسے آسکتی تھی؟ وہ تو تھی ہی نہیں پھر........

"کیا میں پاگل ہو رہا ہوں؟ اس دن خون اور آج عائزہ؟ یہ ہو کیا رہا ہے میرے ساتھ؟ کیا مجھے کسی سائکیٹرسٹ سے رابطہ کرنا چاہیے؟" وہ ہنوز ایک ہی الجھن میں گھرا ہوا کار سے باہر نکل آیا اور اندر کی سمت قدم بڑھا دیے۔

*********

وہ سائکیٹرسٹ سے رابطہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا مگر اگلے کئی دنوں تک چاہ کر بھی وہ کلینک نہ جا سکا۔ کچھ تو مصروفیات کی وجہ سے اور کچھ کسی بری خبر کے خوف سے۔ مگر آخر اسے یہ کام کرنا ہی تھا اور آج اس نے خود کو اس کام کے لیے تیار کر ہی لیا تھا۔ وہ کلینک کے باہر ایک اوپن ائیر کیفے میں بیٹھا دنیا جہان سے بے خبر گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ڈاکٹر نے جو کہا تھا وہ سن کے اس کا ملال نہ صرف بڑھ گیا تھا بلکہ وہ مزید خوفزدہ بھی ہو چکا تھا۔

"میں سمجھا نہیں۔ آخر کیسے ہو سکتا ہے ڈاکٹر سہیل کہ اپنے دماغ کی سوچیں مجسم دکھائی دینے لگ جائیں؟" اس نے اچنبھے سے دریافت کیا۔

"ایسا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں نے ایسے کئی کیسز دیکھے ہیں۔ اس بیماری کو ہیلیو سنیشن (hallucination) کہتے ہیں جس میں انسان کو وہ چیزیں بھی دکھائی دیتی ہیں جو حقیقت میں کہیں نہیں ہوتیں۔ بعض اوقات آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ اس کا دورانیہ کچھ سیکنڈز یا

New Era Magazine

منٹس پر محیط ہو سکتا ہے۔علاج نہ کروایا جائے تو حالت مزید خراب بھی ہو سکتی ہے" ڈاکٹر سہیل کی باتیں اسے مزید خوفزدہ کیے جا رہی تھیں۔

"اس کا علاج کیا ہے؟"اس نے خود کو سنبھال کر سوال کیا۔

"اس بیماری میں دواؤں سے زیادہ سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ایسا ہونے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔اسٹریس،ڈرگس!اگر اصل وجہ دریافت کر لی جائے تو علاج آسان ہو جاتا ہے۔ جب تک ہمیں مکمل معلومات نہیں ہو جاتی کہ آپ کی بیماری کس نوعیت کی ہے ہم علاج کے بارے میں نہیں کہہ سکتے۔اگر بیماری کی نوعیت زیادہ تشویشناک ہوئی تو سرجری کی ضرورت پڑ سکتی ہے"ان کی بات سن کر فائز نے ایک گہری سانس لی۔پر سکون رہنا ہی تو سب سے زیادہ مشکل ہو رہا تھا آج کل۔

"آپ خوش رہنے کی کوشش کریں۔وہی باتیں سوچیں جو دل و دماغ کو سکون دیں۔منفی سوچوں کو ذہن میں جگہ نہ دیں اور کوشش کریں کہ تنہائی میں وقت گزاریں۔ویسے علامات تو یہی کہہ رہی ہیں لیکن یقین سے تو مکمل ٹیسٹ کے بعد ہی کہا جا سکتا ہے۔جہاں تک میرا تجربہ ہے سمپٹمس یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ کو visual hallucination ہے"اس نے چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بال سختی سے مٹھیوں میں جکڑ لیے۔اس کا دل چاہا وہ چیخ چیخ کر روئے،بین کرے۔وہ جانتا تھا اس بیماری کی وجہ اس کا گناہ ہے۔یہ سب اس کے گناہ کی سزا ہے۔اسے علم تھا کہ کوئی علاج اسے شفایاب نہیں کر سکتا مگر وہ کوشش کرنا چاہتا تھا۔ کوشش کرنے کے لیے بھی ہمت درکار ہوتی ہے۔وہ تو ابھی سے بکھرنے لگا تھا۔وہ اٹھا اور تھکے

تھکے انداز میں سڑک کے ایک جانب بنے فٹ پاتھ پر سر جھکائے چلنے لگا۔اسی لمحے اس نے لندن واپس جا کر اپنا علاج کروانے کا فیصلہ کیا تھا۔

"اور عائزہ کی ماں؟"ضمیر کے سوال پر اس نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"تم جانتے ہو اس بیماری کا یہی علاج ہے کہ تم اس کی اماں کو ڈھونڈھ کر ان سے معافی مانگو"دل کی آواز کو اس نے ایک دفعہ پھر نظر انداز کر دیا۔اپنے گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے حامد کو کار لینے بھیجا تھا جو وہ ڈاکٹر سہیل کے کلینک کے قریب پارکنگ میں ہی چھوڑ آیا تھا پھر چوکیدار کو ساتھ لیے اپنے کمرے میں آیا۔کافی ہمت جتانے کے بعد بھی وہ اکیلے یہاں جھانک بھی نہیں سکا تھا۔حامد کے کار لانے کے بعد اس نے اسے بیگ تیار کرنے کا حکم دیا اور خود آج کی فلائٹ چیک کرنے لگا۔قسمت سے اسے شام کی فلائٹ میں سیٹ مل گئی تھی۔ضروری چیزیں بیگ میں ڈالتے ہوئے اس نے عائزہ کا فون بھی بیگ میں ڈال لیا جو وہ پاکستان آتے وقت ساتھ لایا تھا۔کچھ گھنٹوں بعد اسے ایک بار پھر پاکستان کو الوداع کہنا تھا۔

************

(جاری ہے)

## نوٹ

اگر اور جیتے رہتے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

**تعاون کا طلبگار**

**ادارہ (نیو ایرا میگزین)**

New Era Magazine